© rasailojaraid.com

مولانا پھر کلکتہ واپس آگئے اور اس وقت سے لے کر وفات تک اسی درسگاہ سے وابستہ رہے۔ ۵۰ء میں لیکچرر کے عہدہ سے ترقی کرکے پروفیسر تفسیر و حدیث ہو گئے تھے۔ لیکن میرے کلکتہ چھوڑنے کے بعد مدرسۂ عالیہ کے حالات میں جو ابتری پیدا ہوئی اس کا ایک افسوسناک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ مولانا مرحوم کو پھر لیکچرر کے عہدہ پر واپس کر دیا گیا اور پروفیسر کی جگہ پر ایک ایسے صاحب کا تقرر ہو گیا جو مولانا سے بھی جونیئر تھے۔ آخر اسی لیکچرر کی پوسٹ پر وہ دنیا سے رخت سفر باندھ گئے۔

مولانا بڑے عابد و زاہد، متشرع اور صاحب صلاح و تقویٰ عالم تھے۔ گفتگو کم کرتے تھے لیکن جوبات کہتے تھے بہت تلی کہتے تھے۔ کئی برس سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ مجلس کے جلسوں میں پابندی اور اہتمام سے شریک ہوتے اور بحث میں دل چسپی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔ انکا یہ سفر بھی مجلس شوریٰ کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے تھا۔ کلکتہ سے دہلی آئے اور دہلی سے دیوبند جا رہے تھے۔ اخلاق و عادات کے لحاظ سے بڑے خوش مزاج متواضع اور وضعدار تھے۔ جس سے جو رسم تھی اسے بہرحال نباہتے تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ مستند اربابِ علم و دین کا قحط پہلے ہی کچھ کم نہیں ہے مولانا کی وفات علوم دینیہ کے حلقوں کے لئے ایک شدید حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مدارج و مراتب بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا ہو۔ آمین!

پچھلے دنوں پاکستان میں ہمارے ایک اور فاضل اور عزیز دوست رئیس احمد جعفری کا بھی انتقال ہو گیا۔ مرحوم نے تعلیم ندوہ اور جامعہ دونوں میں پائی تھی لیکن تکمیل کسی ایک جگہ بھی نہیں کی۔ تحریر کا شوق اور سلیقہ شروع سے تھا اور آدمی تھے بڑے ذہین اور طباع! اس لئے اپنے مطالعہ اور محنت کے بل بوتہ پر اردو زبان کے نامور ادیب اور مصنف بن گئے۔ ان کا قلم ہی ان کے لئے ذریعہ معاش تھا۔ اس لئے اگرچہ کوئی ڈھنگ کا علمی اور تحقیقی کام نہیں کر سکے لیکن افسانہ و ناول سے لے کر مذہب اور تاریخ و فلسفہ تک ہر موضوع پر چھوٹی بڑی کتابیں اس کثرت سے لکھی ہیں کہ اس صنف خاص میں ان کا کوئی معاصر ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ان کا قلم بڑا شگفتہ اور رواں دواں تھا۔ انکے ساتھ میرا ذاتی تعلق یہ تھا کہ مرحوم کے نانا سید امتیاز احمد صاحب (ریاض خیرآبادی مرحوم کے حقیقی بھائی) آگرہ میں کوتوال شہر تھے۔ ان میں اور میرے والد صاحب قبلہ میں نہایت گہرے برادرانہ تعلقات تھے۔ کوتوال صاحب

© rasailojaraid.com